تأثرات

۱۹۸۰ء کے پہلے [illegible] ایک حادثے پیش آئے، جو ملک کے علمی حلقوں کو حزن و ملال میں مبتلا کر گئے۔ ان میں ایک [illegible] کی وفات کا ہے اور دوسرا سید نذیر نیازی کے انتقال کا [illegible]!

سید نذیر نیازی [illegible] جنوری کے پہلے ہفتے [illegible] بیمار ہوئے اور ان پر دل کا دورہ پڑا۔ طبی امداد کے لیے انھیں میو ہسپتال لے جایا گیا۔ چند [illegible] وہ سنبھلے تو گھر آ گئے۔ طبیعت پھر بگڑی تو انھیں گنگا رام ہسپتال پہنچایا گیا اور کچھ افاقہ بھی ہوا۔ اپنے [illegible] سے باتیں بھی کیں۔ لیکن ۲۴ جنوری کی شام [illegible] بیماری نے پھر حملہ کیا اور [illegible] قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

سید نذیر نیازی [illegible] ملک کے ممتاز اہل علم اور نامور محققین میں تھے۔ ۱۹۰۰ء میں [illegible] پیدا ہوئے۔ وہ علامہ اقبال کے استاذ مکرم شمس العلماء سید [illegible] کے بھتیجے تھے۔ [illegible] ابتدائی تعلیم [illegible] کی عمر کی کچھ منزلیں طے کیں تو جامعہ ملیہ [illegible] علی گڑھ میں قائم تھا۔ بعد میں جامعہ ملیہ دہلی منتقل [illegible] ہو گئی تو وہ بھی دہلی آ گئے۔ [illegible] مولانا [illegible] اور مولانا حافظ محمد اسلم جیراجپوری جیسے اساتذہ سے [illegible] تعلیم و تربیت کے واقف [illegible] جامعہ ملیہ [illegible] تاریخ اسلام کے لیکچرار مقرر ہوئے۔ کافی [illegible] رہے۔

[illegible] تعلق خاطر تھا۔ انھی کے کہنے سے انھوں نے [illegible]

[illegible] نے گاندھی جی کی واردھا سکیم کی شدید مخا[illegible]

[illegible] ۱۹۵ [illegible] تک ان کی خدمت میں جاتے [illegible]

ست اعتماد تھا اور وہ ان کے فہم و فکر کی اصابت کے معترف تھے۔ نیازی صاحب نے اس بات کا التزام کیا کہ جو گفتگو ہوتی، اسے گھر آکر ضبط تحریر میں لے آتے۔ اس طرح یہ تمام سلسلۂ "گفتگو" اقبال کے حضور [illegible] کے نام سے کئی سو صفحات میں پھیلا ہوا ہے۔

نیازی مرحوم کی قابلیت کی وجہ سے علامہ اقبال نے اپنے انگریزی خطبات کو اردو میں منتقل کرنے کا کام بھی ان کے سپرد کیا تھا، چنانچہ انھوں نے حسن وخوبی کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ یہ خطبات بھی انھوں نے شائع کرائے۔ انھوں نے علامہ کے اس تاریخی خطبے کو جو انھوں نے ۱۹۳۰ء میں مسلم لیگ کے اجلاس الٰہ آباد میں دیا تھا، اردو کے قالب میں ڈھالا۔ ان دنوں علامہ پر وہ ایک اہم کتاب لکھ رہے تھے۔

سید نذیر نیازی بڑے وزین اہل علم تھے۔ [illegible] کے ذاتی تعلقات استوار تھے، جن میں مولانا محمد علی جوہر، حکیم اجمل خاں اور ڈاکٹر ذاکر حسین کے نام بھی شامل ہیں۔ حکیم اجمل خاں کے طبی لغت کا جو عربی زبان میں تھا، نیازی مرحوم نے اردو میں ترجمہ کیا۔ بعض بڑے اہم سائنس دانوں کی کتابوں کو بھی انھوں نے اردو کا جامہ پہنایا۔

مولانا محمد علی جوہر سے ان کو بڑی عقیدت تھی۔ دس سال تک وہ ان کی رفاقت میں رہے تھے۔ گزشتہ دنوں انھوں نے بتایا کہ وہ "مولانا محمد علی کے ساتھ آخری دس سال" کے عنوان سے مواد جمع کر رہے ہیں۔ اس سلسلے میں انھوں نے اپنی کچھ تحریریں بھی دکھائیں۔

مرحوم نیازی صاحب اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے علمی ادارت میں بھی علمی و تحقیقی خدمات انجام دیتے رہے۔ [illegible] ہو سکتا ہے کہ [illegible]

راقم نے ایک دن ان سے عرض کیا کہ آپ سید بھی ہیں اور نیازی بھی [illegible] نیازی پٹھانوں کا ایک قبیلہ ہے، اس سے ایک سید کی نسبت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ تحریک خلافت کے زمانے میں جامعہ ملیہ کے بہت سے لڑکوں نے اپنے نام وہی رکھ لیے تھے، جو ترک رہنماؤں کے تھے، مثلاً مصطفیٰ کمال، انور پاشا وغیرہ۔ ان میں ایک رہنما نیازی بھی تھے۔ اس نسبت سے میرے نام [illegible] آیا اور میں نذیر نیازی کے نام سے معروف ہوا۔

نیازی صاحب کے پاس بہت سے مشاہیر کے خطوط تھے، جن میں متعدد خطوط مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے بھی ہیں، جو ہماری سے چند روز پہلے انھوں نے دکھائے۔ ان خطوط میں کچھ تو ذاتی نوعیت کے ہیں اور

ان میں ان کے مالی کوائف کا ذکر ہے، کچھ وہ ہیں جن میں علامہ اقبال کے علم و فضل کا کھلے دل سے اعتراف کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ وہ حیدر آباد سے لاہور منتقل ہونا چاہتے ہیں، اس لیے کہ وہاں اور سہولتوں کے علاوہ علامہ اقبال اور دیگر اہلِ علم کی رفاقت کا موقع بھی ملے گا۔ خدا کرے کہ ان مشاہیر کے یہ خطوط چھپ جائیں

بہر حال نیازی صاحب بہت سی خوبیوں کے آدمی تھے۔ ان کی ذات میں ایک دور کی پوری علمی تاریخ جمع تھی۔ ان کے مالی حالات دیگر اہلِ علم کی طرح کبھی اچھے نہ رہے، لیکن اس کے باوجود وہ نہایت بذلہ سنج اور خوش مزاج تھے۔ بعض اہلِ علم کی طرح خشکی اور یبوست ان میں نام کو نہ تھی۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

---

۲۲ جنوری کو ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی پر دل کا دورہ پڑا اور انھوں نے ۷۷ برس کی عمر پاکر اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کی۔ ان کی میت کراچی پہنچائی گئی اور ۲۳ جنوری کو انھیں نذرِ خاک کر دیا گیا۔

ڈاکٹر صاحب مرحوم گوناگوں اوصاف کے حامل تھے۔ بہترین مصنف، بلند پایہ محقق، ماہرِ تعلیم اور مشہور ادیب تھے۔ مرحوم خالص اسلامی ذہن کے مالک تھے اور علم کے ہر میدان میں ان کو جادہ پیمائی کا شرف حاصل تھا۔ قیامِ پاکستان کے بعد مرکز میں تعلیم، بحالیات اور نشریات و اطلاعات ایسے اہم شعبوں پر بحیثیت وزیر فائز رہے۔ کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر بھی رہے۔ آج کل قومی زبان اتھارٹی کے چیئرمین کی حیثیت سے خدمات انجام دے رہے تھے۔ کچھ عرصے سے وہ دل کے عارضے میں مبتلا تھے لیکن قومی خدمت کا جذبہ ان پر اتنا غالب تھا کہ بیماری کے باوجود اپنے مفوضہ کام کو مکمل کرنے میں مصروف رہتے۔

مرحوم ہمارے ملک کی قابلِ فخر متاع تھے اور ان کا شمار پاکستان کے بزرگ اور جامع صفات اہلِ علم میں ہوتا تھا۔ اللھم اغفرلہ و ارحمہ۔